کاشف مصطفیٰ
لیکچرار اردو، گورنمنٹ چودھری علم دین کالج، علی پور چٹھہ، گوجرانوالہ
صفیہ کوثر
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ وقار النسا کالج، راول پنڈی
شیریں رزاق
پی ایچ ڈی اردو اسکالر، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، لاہور

نعیم حامد بطور مترجم بیدل

Kashif Mustafa
Lecturer Urdu, Govt. Ilm Deen College, Ali Pur Chattha, Gujranwala.
Safia Kausar
Asst Prof Urdu, Govt. Waqar-un-Nisa College, Rawalpindi
Shireen Razzaq
PhD Urdu scholar, Govt. College University Lahore.

Naeem Hamid as Baydil's Translator

Naeem Al-Hamid is a well-known poet in Saudi Arabia. But in the world of Urdu, he is best known for his creative, plain and coherent translation of Baydil's Persian poetry in Urdu. Following the top-notch rules of Urdu translation we find many examples of translated verses in poetic and prosaic manner. Abdul Kadar Baydil's is known poet of Hindi diction whose thought and theme have impressed the great poets of India. But while the commoner Indians are not familiar with the Persian language so Hamid's such contribution played a vital role in understanding the Persian poetry.

keywords: *Naeem Al-Hamid, Poet, Saudi Arabia, Urdu, Translation, Persian Poetry, Hindi, Abdul Kadar Baydil.*

"اسلوب" کے لیے فارسی میں "سبک" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اردو میں اس کے معانی ہیں، طرز اور طریقہ۔ احساسات اور جذبات کے اظہار کے طریقہ کو سبک کہتے ہیں جس میں لکھنے والے کے باطن کا عکس جھلکتا

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے۔ لکھنے والا جب روایتی انداز اور طے شدہ ڈگر سے ہٹ کر اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے کوئی نئی راہ نکالتا ہے تو گویا وہ ایک نئے سبک کی بنیاد رکھتا ہے۔

ایران میں مختلف ادوار میں فارسی زبان کے لیے مختلف اسالیب اختیار کیے گئے، جن میں سے سبکِ خراسانی، سبکِ عراقی اور سبکِ ہندی نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ سبکِ ہندی کے حوالے سے ڈاکٹر حسین خطیبی فرماتے ہیں:

> "فارسی شاعری میں جب سبکِ عراقی (عراقی دبستانِ شعر) کا دور نویں صدی ہجری کے بعد ختم ہوا تو بعض وجوہ کی بنا پر فارسی شاعری کی پرانی رونق اور ساکھ جاتی رہی جس کے نتیجے میں ایران کے شعرا برصغیر میں مغلوں کے دربار کی طرف متوجہ ہوئے جو ان دنوں شاعروں، ادیبوں اور اہلِ علم و فضل کی بہت بڑی آماج گاہ تھا۔ وہاں آہستہ آہستہ ماحول کے اثر کے سبب ایک نیا اسلوب وجود میں آیا جس کی بنیاد ہر چند اصفہان میں رکھی گئی تھی اور جسے بعض کے مطابق سبکِ اصفہان کا نام دینا چاہیے لیکن اس کی ترقی و تکمیل برصغیر پاک و ہند میں ہوئی اسی لیے وہ اسلوب، سبکِ ہندی سے مشہور ہوا۔"[1]

سبکِ ہندی کو جلد ہی ایران اور برصغیر میں پسند کیا جانے لگا کہ خود ایران کے شعرا بھی اسی اسلوب میں شعر کہنے لگے۔ عرفیؔ، نظیریؔ، ابو طالب کلیمؔ، صائبؔ اور فیضیؔ اس ضمن میں بڑا نام ہیں لیکن برصغیر میں سبکِ ہندی کے سب سے بڑے شاعر بلا مبالغہ ابو لمعانی مرزا عبد القادر بیدلؔ ہیں۔ بیدلؔ نے غزل، رباعی اور مثنوی میں گیارہ لاکھ سینتالیس ہزار اشعار کہے۔ بیدلؔ کے لیے غالبؔ نے "بحرِ بے کراں" اور "محیطِ بے ساحل" جب کہ علامہ اقبال نے "مرشدِ کامل" کے الفاظ استعمال کیے۔ بیدلؔ نے جس طرز کی بنیاد رکھی وہ اسی کے ساتھ ختم ہو گئی۔ بقول خواجہ عباد اللہ اختر:

> "اس کا نظیر متقدمین میں چند ہستیاں ہیں، متاخرین میں اس کا مثل بمشکل پیدا ہو گا۔"[۲]

اس طرز کی انفرادیت کے بارے میں بیدلؔ کے اپنے الفاظ ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

مدعی در گزر از دعویٰ طرزِ بیدل
سحر مشکل کہ بہ کیفیتِ اعجاز رسد

انیسویں صدی عیسوی میں مغلیہ سلطنت کے زوال میں جب برصغیر پر انگریز راج کی راہ ہموار کر کے اردو اور انگریزی سرکاری زبانیں قرار پائیں تو لا محالہ عوام و خواص کا رحجان بھی ان دونوں زبانوں کی طرف زیادہ ہو گیا اور فارسی کا چلن بہت حد تک کم ہو جانے سے بیدؔل سے براہِ راست استفادہ کی راہ مسدود ہو گئی، ایسے میں ضرورت تھی کہ بیدؔل کے کلام کا اردو میں ترجمہ کیا جائے تاکہ اردو سمجھنے والے قارئین بھی بیدؔل کی فکر سے آشنا ہو سکیں۔

ابھی تک یہ ذمہ داری نبھانے والے دو باذوق افراد سامنے آ چکے ہیں؛ ظہیر احمد صدیقی اور ڈاکٹر نعیم حامد علی الحامد۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کا ترجمہ "دلِ بیدؔل" کے نام سے جب کہ ڈاکٹر نعیم حامد علی الحامد کا کیا گیا ترجمہ پہلے "بہار ایجادیٔ بیدل" اور پھر "نغزِ بیدؔل" کے نام سے کتابی شکل میں سامنے آ چکا ہے۔

ظہیر احمد صدیقی نے "دل ِبیدل" میں ۲۳۴ اشعار کا منظوم ترجمہ کیا ہے لیکن یہ بیدؔل کی غزلیات کے مسلسل اشعار ہیں لہٰذا بحر، قافیہ اور ردیف کی پابندی نے ان تراجم میں آورد کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اس حوالے سے ان کی رائے ملاحظہ کیجیے:

> " بیدؔل کے کلام کا ترجمہ تو کیا، ترجمانی بھی مشکل ہے۔ میں نے ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے، اسے غلطیٔ کار کہیے یا عقیدت کا اظہار یا جسارتِ بے جا، کوئی کچھ کہے میں نے تو اس نقطہ ءنظر سے کیا ہے کہ مرزا عبد القادر بیدؔل ایسے عظیم شاعر اور مفکر کے فکر و فن سے فارسی زبان سے ناآشنا حضرات کسی حد تک آشنا ہو سکیں۔ "[۳]

دوسرا نام نعیم حامد علی کا ہے، ان کا کام ظہیر احمد صدیقی صاحب سے مختلف ہے۔ ظہیر صاحب کا ترجمہ صرف منظوم ہے جب کہ نعیم حامد صاحب کا کام منظوم و منثور۔

نعیم حامد علی معروف بیدؔل شناس ہیں ان کے تحقیقی کام "بہار ایجادیٔ بیدؔل" پر ہمدرد یونی ورسٹی کراچی نے انھیں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ "بہار ایجادیٔ بیدل" میں جہاں معروف بیدؔل شناسان اور

شاگردانِ بیدؔل کا تذکرہ ہے؛ وہیں بیدؔل کے تین سو اشعار کا منظوم و منثور ترجمہ بھی شامل ہے۔ یہ مقالہ پہلی بار ۲۰۰۵ء میں چھپا جب کہ ۲۰۱۵ء میں نیشنل بک فاؤنڈیشن نے اس کی تلخیص بھی شائع کی۔

نعیم حامد گزشتہ نصف صدی سے سعودی عرب میں مقیم ہیں اور خود بھی نغز گو شاعر ہیں اور بیدؔل پہ ان کا کام تاحال جاری ہے۔ کلام بیدؔل کے ترجمہ کے ضمن میں ان کا دوسرا کام "نغزِ بیدؔل" ہے جس میں "بہار ایجادئ بیدل" والے تین سو اشعار کے علاوہ دو سو پچھتر مزید اشعار کا منظوم و منثور ترجمہ شامل ہے۔ "نغزِبیدؔل" کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۹ء جب کہ دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا۔ یہ پانچ سو پچھتر اشعار غزلیات کے مکمل متن کے بجائے مختلف غزلوں سے منتخب شدہ اشعار پر مشتمل ہیں۔ یہ انتخاب باقاعدہ کسی اصول کے تحت عمل میں نہیں آیا بلکہ جو شعر ان کو بہت پسند آیا، منتخب کر لیا۔ اس حوالے سے خود نعیم صاحب کا کہنا ہے:

> "بیدؔل کے ہاں برے اشعار تو ہوتے نہیں، ہمیں خوب، خوب تر اور خوب ترین میں سے انتخاب کرنا ہوتا ہے، میں نے کوشش کی ہے کہ خوب ترین کا انتخاب ہو۔ نعیم حامد کے ہاں بھی ظہیر صدیقی کی طرح ترجمہ کرنے کے حوالے سے یہی سوچ کارفرما تھی کہ فارسی سے ناواقف اردو دانوں کی بیدؔل کی فکر سے آشنائی ہو سکے۔ ڈاکٹر محمد طلحہ رضوی برؔق کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: "بہار ایجادئ بیدل' کی اشاعت کا مقصد نئی نسل کو بیدؔل و کلام بیدؔل سے متعارف کرنا ہے۔"[۴]

ترجمے کے لیے متن کا انتخاب سراسر مترجم کا اختیار ہوتا ہے۔ وہ جس متن کے ساتھ لگاؤ محسوس کرتا ہے، جس متن کی طرف اس کا شعور رہنمائی کرتا ہے؛ وہ متن منتخب کر لیتا ہے۔ انتخابِ متن کے بعد پہلا مرحلہ اس متن کی تقسیم ہے کیوں کہ جب تک مترجم خود مکمل طور پر اس متن کو نہیں سمجھے گا، اس کا ترجمہ بہتر طور پر نہیں کر پائے گا۔ نعیم حامد نے کلامِ بیدؔل کا انتخاب تو کر لیا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ان کی مادری زبان اردو تھی اور روزگار کے سلسلہ میں جب ان کا خاندان عرب جا کر مقیم ہوا تو ان کا براہِ راست واسطہ عربی زبان سے پڑا۔ نہ وہ فارسی زبان کی تعلیم حاصل کر پائے، نہ انھیں فارسی زبان و ادب کا ماحول ملا؛ یہی وہ مقام ہے جس کے لیے شمس الرحمن فاروقی کو بھی کہنا پڑا:

" مترجمین دو دو کی ٹیم کی شکل میں کام کریں، ایک مترجم کی مادری زبان، اصل زبان ہو اور وہ ترجمے والی زبان سے بھی خوب واقف ہو اور دوسرے مترجم کی مادری زبان ترجمے والی زبان ہو۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کی تکمیل اور پشت پناہی کریں گے۔"[۵]

لیکن نعیم حامد نے پہلے فارسی زبان سیکھی کہ دوسرے مترجم کی کمی پوری ہو سکے نیز کلامِ بیدلؔ کی تفہیم مکمل ہو سکے۔ تفہیم کا عمل مکمل کرنے میں بیدلؔ کے بارے میں معلومات کا حصول؛ اس کا فلسفہ، طرزِ احساس اور نفسیاتی کیفیت سے واقفیت مدد ومعاون ثابت ہوئی۔ تفہیم کے بعد دوسرا مرحلہ اس کی تبلیغ کا ہے جو ترجمہ کی بنیادی وجہ بنا۔ اردو اور فارسی زبانوں میں کئی قدریں مشترک ہیں، جغرافیائی اور تہذیبی اعتبار سے بھی ان دونوں زبانوں میں قرابت داری ہے نیز فارسی زبان کے بہت سے الفاظ وتراکیب من وعن اردو میں مستعمل ہیں، شعری اصناف اور عروضی نظام بھی مشترک ہے؛ ان تمام مماثلتوں سے نعیم حامد نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے اور کلامِ بیدلؔ کی تبلیغ و ترسیل اس انداز سے کی ہے کہ بقول شوکت محمود یہ تراجم "الہامی"[۶] محسوس ہوتے ہیں۔

ترجمہ کا مطلب یہ نہیں کہ مترجم متن کا لفظی ترجمہ کر کے بری الذمہ ہو جائے بلکہ ترجمے کا تقاضا یہ بھی ہے کہ لفظی ترجمے کے ساتھ ساتھ تخلیق کار کے محسوسات وجذبات بھی ممکنہ حد تک تخلیق میں منکشف ہو کر ترجمہ سے جھلکیں۔ حسن الدین احمد کے بقول:

"ترجمہ کا کمال یہ ہے کہ وہ نہ صرف اصل عبارت کا درست لفظی ترجمہ ہو بلکہ مصنف کے نظریات، معتقدات، تصورات اور احساسات کی صحیح ترجمانی بھی ہو، اصل متن کی روح اسی طریق برقرار رہ سکتی ہے۔"[۷]

نعیم حامد نے بھی ترجمہ کرتے ہوئے یہ اصول پیشِ نظر رکھا ہے لہٰذا انھوں نے بہت حد تک لفظی ترجمہ سے گریز کیا ہے، انھوں نے کلامِ بیدلؔ کا مفہوم پہلے نثر میں بیان کیا ہے پھر اس مفہوم کو نظم بھی کیا ہے۔ یوں ان تراجم میں طبع زاد والی کیفیت پیدا ہو گئی ہے لہٰذا ان تراجم کا شمار تخلیقی ترجمہ کے ضمن میں ہو گا۔ نعیم حامد نے شعر کے فکری مافی الضمیر کا فہم حاصل کرتے ہوئے یہ سوچا ہے کہ بیدلؔ کے اس مفہوم کو میں کون سی شعری ساخت میں بیان کروں کہ بیدلؔ کی فکر جو فارسی شعری ڈھانچے میں مستور ہے اردو میں مکشوف ہو سکے۔ انھوں نے اپنی تخلیقی اُپج

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

کو کام میں لاتے ہوئے شعر کے مجموعی تاثر کو پیش کیا ہے۔ بیدؔل کا ایک شعر دیکھیے اور پھر دیکھیے کہ نعیم حامد نے کس خوب صورتی سے اس شعر کے مفہوم کو نظم کیا ہے۔

سیر ایں گلشنِ غنیمت داں کہ فرصت بیش نیست
در طلسمِ خندہ ء گل بال وپر دارد بہار
(بیدل)

وقت کم ہے سیر گلشن کو غنیمت جانیے
خندہ ء گل، موسمِ گل کا پرِ پرواز ہے
(نعیمؔ)

کسی بڑے اور عمدہ شعر میں سلاست اور سہلِ ممتنع بنیادی خوبی ہے، بیدؔل کی مشکل گوئی کا برملا اعتراف غاؔلب نے بھی کیا ہے۔

طرزِ بیدؔل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے[۸]

بیدؔل کو جو ادبی ماحول ملا اس میں جہاں ایک طرف ابلاغِ فکر کا مسئلہ تھا کہ بیدؔل کو اپنے عظیم خیالات کے بیان کے لیے مشکل اور دور از کار تشبیہات کا سہارا لینا پڑتا تھا وہیں دوسری طرف اس دور میں مشکل گوئی استاد ہونے کی سند بھی تھی نیز درباری زبان اور عوامی زبان میں بھی فرق ہوتا تھا لیکن فی زمانہ کم از کم مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مفہوم تک آسان رسائی بہم پہنچائے۔ یہ بات نعیم حامد کے بھی پیشِ نظر رہی ہے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو سکا، وہاں انھوں نے بیدؔل کے بعض اشعار کا ترجمہ رواں اور سلیس کیا ہے کہ سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال بن کر سامنے آیا ہے:

گر تنالم کجا روم بیدؔل
شش جہت بے کسی و من تنہا
(بیدؔل)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

گر نہ روؤں تو کیا کروں بیدؔل
ہر طرف بے کسی ہے میں تنہا

(نعیم)

ایک اور شعر ملاحظہ کیجیے:

محکومِ حرص وپاسِ مراتب، چہ ممکن است
با شرم ، کارِ نیست زبانِ سوال را

(بیدؔل)

لالچی محترم نہیں ہوتا
شرم آتی نہیں بھکاری کو

(نعیم)

زبان وہی زندہ رہتی ہے جس میں نت نئے خیالات کا اضافہ ہوتا رہے اور اس اضافے کا ایک ذریعہ شعرا بھی ہیں۔ شاعر کو جب اپنے خیال کے بیان کے لیے مناسب لفظ نہیں ملتا تو وہ یا تو لفظ کا کسی نئے طریقے سے، نئے معانی میں استعمال کرتا ہے یا نئے معانی نئی تراکیب اختراع کرتا ہے؛ یہ اختراع جہاں شاعر کے بیان کا ذریعہ بنتی ہے وہیں زبان کو بھی وسعت عطا کرتی ہے۔ بیدؔل کو قدرت نے ابداع واختراع کی قوتِ عظیم سے نوازا تھا، اسی لیے فراؔق گورکھپوری نے انھیں نادر و تازہ تراکیب کا پروردگار مانا۔

ترجمے کے مشکل عمل میں جب بیؔدل جیسے شاعر کی مشکل تراکیب کو نظم کرنا ہو اور جب یہ ترجمہ ہم عصر اردو میں ہونا ہو تو خیال کی ترسیل کے لیے ضروری ہے کہ اردو میں بھی خیال کی مناسبت سے نت نئی تراکیب وضع کی جائیں اور اس کا ادبی معیار مزید بلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی اپنی مضمون "بہار کا اثبات از بہار ایجادئ بیدؔل" میں لکھتے ہیں۔

"شاعر جن دو چیزوں، خیالوں میں رشتہ تلاش کر لیتا ہے وہ اسے اپنی تراکیب کے ذریعے پیش کرتا ہے۔ بڑے شعاعر کی تراکیب میں تجسیم ملتی ہے اور مجرد اشیا سانس

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

لینے لگتی ہیں، شاعر ہی خیال کی زندگی کے اس جلوے کو دیکھ سکتا ہے۔ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے اکثر اصل کلام کی تراکیب منتقل نہیں ہو سکتیں اور مترجم کو نئی تراکیب وضع کرنی پڑتی ہے اور نئے کلام کو الفاظ میں لانا پڑتا ہے۔" ۹

نعیم حامد کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے بھی جہاں ضرورت محسوس کی وہاں تراکیب خود اختراع کیں جو ایک طرف تو خیال کی ترسیل میں معاون ثابت ہوئی ہیں، دوسری طرف اردو زبان کی وسعت کا بھی باعث بنی ہیں۔

مفلساں را بیدلؔ از مشق خموشی چارہ نیست
تنگ دستی باز می دارد ز قلقل مینا را
(بیدلؔ)

'قلقلِ مینا' کی جگہ نعیم حامد نے 'نغمہء قلقل' کی ترکیب استعمال کی ہے:

صرف خاموشی ہی بیدلؔ مفلسوں کے بس میں ہے
نغمہ ءقلقل سے جوں محروم مینائے تہی
(نعیمؔ)

بعض تراکیب شروع میں غیر مانوس ہوتی ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ شعری قالب میں کس طرح بامعنی ہو رہی ہیں:

غنچہ ہا در بستر زخمِ جگر آسودہ اند
اے نسیم آتش مزن دل ہاے الفت خستہ را
(بیدلؔ)

غنچے محوِخواب ہیں زخمِ جگر کی سیج پر
آگ مت دے خانہ ءدل ِ خستگان کو اے نسیم
(نعیم)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

درجہ بالا شعر میں 'خانہء دلِ خستگان' کی ترکیب بھلے غیر مانوس محسوس ہوتی ہو لیکن " دل ہائے الفتِ خستہ را" کی اس سے بہتر صورت اردو میں شاید ہی کوئی اور ہو۔ رائج تراکیب اگر ابلاغ میں رخنہ انداز ہوتی ہیں تو ضروری ہے کہ نئی تراکیب تلاش کی جائیں جو ابلاغ کو سہل بنا سکیں۔ مثال کے طور پر یہ شعر دیکھیے:

تہی دستیم چوں ساغر خدارا ساقیا رحمے
بروئے بخت ِ ما بکشا درِ گنجینہ مینا
(بیدلؔ)

ہوں خالی ہاتھ ساغر کی طرح ساقی کرم فرما
مری قسمت میں لکھ دے تو جواہر خانہ مینا
(نعیم)

اس شعر میں 'جواہر خانہ مینا' معانی سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے اور مترجم کی اپنے فن میں اکملیت کی دلیل ہے۔ 'خانہء دلِ خستگان'، 'جواہر خانہ مینا'، 'نغمہء قلقل'، 'راہِ لقمہ'، 'جذبہء شوقِ شہادت'، 'نیامِ سینہ' اور 'پنجہء نقاب' نعیم حامد کی وضع کردہ چند ایسی تراکیب ہیں جو معانی کے ابلاغ کے لیے ناگزیر ہیں۔ یہ تراکیب نہ صرف اردو زبان کی وسعت کا باعث بنی ہیں بلکہ نادر خیالات کا امکان بھی پیدا کرتی ہیں۔

نعیم صاحب کی شاعرانہ لغت (ڈکشن) بیدلؔ کے پیرایہء اظہار سے بہت قریب ہے، ان کا ادبی مطالعہ بہت وسیع ہے اور انھوں نے جو کچھ پڑھا ہے اسے ہضم بھی کر لیا ہے۔ جس طرح ایک صحت مند آدمی غذا کو جزوِ بدن بنا لیتا ہے اسی طرح نعیم صاحب کا ادبی مطالعہ ان کی شخصیت کا حصہ بن گیا ہے۔ "یوں نعیم حامد بیدلؔ کی فکر کے ساتھ جیتا ہے جس سے بیدلؔ کے شعری مافی ہاتک رسائی کے امکانات زیادہ وسیع ہو گئے ہیں۔ حقائق کا فلسفیانہ بیان تجربات کی منطقی تفہیم اور ابداع و اختراع کی قوتِ عظیم بیدلؔ نے ایک قصرِ طلسمِ معانی تخلیق کیا۔ رعنائی زبان، شادابیٔ بیان، اعزازاتِ معانی، اور لطافتِ شاعرانہ کا وفور بیدلؔ کی شاعری کا طرہ امتیاز ہے۔" بیدلؔ زبان و بیان پر قدرت رکھتے تھے مجتہدانہ صلاحیتوں اور اپنی قادرالکلامی کے باعث بڑے بڑے مضمون کو دو مصروں میں بے ساختگی سے بیان کر دیتے تھے۔ ان مضامین کو اردو میں بیان کرنے کے لیے نعیم حامد کو اردو شاعری کے مروجہ سانچوں میں سے جو بھی میل کھاتا ہوا معلوم ہوا جس کے بارے میں انھوں نے یہ محسوس کیا کہ بیدلؔ کی

فکر کو میں کون سی شکل دوں کہ اس کا مافی الضمیر اردو میں پوری طرح منکشف ہو جائے، انھوں نے اختیار کیا۔ مثلاً جس مضمون کے بیان میں نعیم حامد کو محسوس ہوا کہ "بقدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل" وہاں انھوں نے قطعے کا سہارا لیا اور اس مضمون کو کھول کر بیان کر دیا:

عشق گاہے قدر دانِ درد پیدا می کند
بیستوں گر تا ابد نالد دگر فرہاد نیست.

(بیدلؔ)

جس کے دم سے عزتِ دردِ جنوں پائے فروغ
اب وہ آدم زاد پیدا ہو یہ ممکن ہی نہیں
بیستوں! تو چاہے قیامت تک رہے نالہ کناں
دوسرا فرہاد پیدا ہو یہ ممکن ہی نہیں

(نعیم)

ایک جگہ انھوں نے قطعہ بند کا سہارا بھی لیا ہے:

در محبت آرزو را اعتبارِ دیگر است
اے حریفاں وصل می خواہند بیدلؔ انتظار

(بیدلؔ)

اعتبارات آرزو کے بہت
اس میں بھی باوقار ہے بیدلؔ
طالبِ وصل ہیں حریف مگر
طالبِ انتظار ہے بیدلؔ

دو تخلیق کاروں کو ایک ہی مضمون سوجھنا یا ایک ہی مصرع دو شعرا کے ذہن میں در آنا 'توارد' کہلاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ Greater Men Think Alike دوسرا یہ کہ اپنے اپنے دور میں ہر بڑا دماغ

اپنے سماجی حقائق تک رسائی کی کوشش بھی کرتا ہے۔اسی طرح بیدؔل کے بہت سے خیالات کو بعد میں آنے والے شعرانے بھی نظم کیا ہے۔

نعیم حامد کا شعری مطالعہ بہت وسیع ہے، ان کی گفتگو اور تحریر اساتذہ کے بر محل اشعار سے مزین ہوتی ہے۔کلامِ بیدؔل کے ترجمہ میں بھی جہاں انھیں کسی بڑے شاعر کا کوئی شعر یا مصرع بیدؔل کی فکر سے ہم آہنگ محسوس ہوا، انھوں نے برملا تضمین کا سہارا لیا ہے:

کج رویم کہ سر منزلے بدست آریم
چو خطِ دایرہ انجامِ ما ہم آغاز است
(بیدؔل)

تلاشِ منزلِ مقصود میں کہاں جاؤں
"نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم"(فاؔنی بدایونی)
(نعیم)

کلامِ بیدؔل کے ترجمے کا اصل مقصد اردو دان طبقے کی بیدؔل کی فکر تک رسائی تھی اور چوں کہ فارسی اردو شعری روایت میں ماں بیٹی کا رشتہ ہے لہٰذا نعیم حامد نے جہاں یہ محسوس کیا کہ یہ مصرعے اردو بولنے والوں کے لیے بھی عام فہم ہیں، وہاں انھوں نے غاؔلب کی پیروی کرتے ہوئے بیدؔل کے ان مصرعوں کو اپنی اصل حالت میں ہی رہنے دیا اور بنا کسی تبدیلی کے اپنے ترجمے میں استعمال کیا ہے۔اس ضمن میں پروفیسر انور مسعود کی رائے ملاحظہ ہو:

"غاؔلب نے اپنی ایک اردو غزل میں بیدؔل کا پورے کا پورا مصرع اٹھالیا ہے:
بوئے گل، نالہ ءدل، دودِ چراغِ محفل

اس لیے کہ اردو میں یہ مصرع بالکل اجنبی محسوس نہیں ہوتا۔نعیم حامد علی نے غاؔلب کی پیروی کرتے ہوئے بیدؔل کے بعض ایسے مصرعے جوں کے توں رہنے دیے ہیں جو اردو کے مزاج سے ہم آہنگ تھے۔ایسے ذولسانی تشخص کے حامل مصرعوں کا ترجمہ نہ کرنا ہی بہترین ترجمانی ہے۔اس ضمن میں نعیم کے ذوقِ سلیم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔اب ایسے مصرعوں کا ترجمہ کیوں کیا جاتا؟

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

لالہ داغ و گل گریباں چاک و بلبل نوحہ گر
نہ سراغِ چشمِ روشن ، نہ چراغِ آشنائی
بندگی، شاہی، گدائی، مفلسی، گردن کشی
دل وفا، بلبل نوا، واعظ فسوں، عاشق جنوں"۔[۱۲]

نعیم حامد چوں کہ خود بھی ایک نغز گو شاعر ہیں اور ان کے دو مجموعے "پیکرِ نغمہ" اور "عُکاظِ غزل" کے بعد دیگرے مقبول ہو چکے ہیں اس لیے کلامِ بیدلؔ کا ترجمہ کرتے ہوئے وہ اپنی تمام تر شعری صلاحیتوں کو بروئے کار لائے ہیں اور فارسی سے نابلد عشاقِ شعر و ادب کے لیے بیدلؔ جیسے عظیم شاعر کی فکر تک براہِ راست رسائی کا ذریعہ بن کر ایک عام قاری کو خواص کے شاعر کی تفہیم عطا کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فرزانہ ماجد: فارسی کے مشہور شعری اسالیب اور علامہ اقبال کا فارسی شعری اسلوب، مقالہ برائے ایم فل اردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد، ص۲۶۸

۲۔ اختر، عباد اللہ، خواجہ؛ بیدلؔ، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۲۱ء، ص ۱۰

۳۔ ظہیر احمد صدیقی؛ دلِ بیدلؔ، مجلسِ تحقیق و تالیف فارسی، گورنمنٹ کالج لاہور، س ن، ص ۱۱۲

۴۔ نعیم حامد علی؛ کلکِ مشک بار، غیر مطبوعہ، ۱۱۱

۵۔ فاروقی، شمس الرحمان؛ "دریافت اور بازیافت" مشمولہ "ترجمہ کاری کا فن"، مرتبہ، صفدر رشید، اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۱۵ ء، ص ۴۰

۶۔ شوکت محمود؛ مضمون "کلامِ بیدلؔ کے الہامی تراجم"

۷۔ حسن الدین احمد؛ "فنِ ترجمہ" مشمولہ "ترجمہ کاری کا فن"، مرتبہ، صفدر رشید، اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۱۵ء، ص ۷۵

۸۔ مرزا غالب؛ دیوانِ غالب، نئی دہلی، غالب اکادمی، ۲۰۱۶ء

۹۔ ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر؛ مضمون "بہار کا اثبات" مشمولہ "بہار ایجادیٔ بیدل"، لاہور، پیکیجز لمیٹڈ، ۲۰۰۸، ص ۳۰

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۳

۱۱۔ نعیم حامد علی، ڈاکٹر؛ نغزِ بیدلؔ، دیباچہ، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ص ۱۲

۱۲۔ پروفیسر انور مسعود؛ مضمون "قابلِ قدر کارنامہ" مشمولہ "بہار ایجادیٔ بیدلؔ"، ص ۲۰